جناب حسن مثنیٰ ندوی

اسلام کیا ہے؟

ایک انگریز مصنف نے "مفکر" کے قلمی نام سے ایک قابلِ قدر کتاب شائع کی ہے جس کے ایک حصّہ کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔
اس میں مصنف نے لفظ "دین" کی تشریح نہایت اچھے انداز میں کی ہے۔

اسلام کیا ہے؟

عام طور پر سطحی جواب تو اس کا یہی دیا جاتا ہے کہ "دنیا کے پانچ بڑے اور زندہ مذاہب میں سے ایک مذہب ہے اور اس کے علاوہ دوسرے بڑے مذاہب یہودیت، مسیحیت، ہندومت اور بدھ مت ہیں۔" — اس جواب کی ساخت بتاتی ہے کہ مذہب کے معنے ہیں "نظامِ عقیدہ و عبادات"۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا دائرہ صرف "نظامِ عقیدہ و عبادات" ہی کی حد تک محدود نہیں ہے۔ وہ مسیحیت کی طرح امورِ مملکت سے مستعفی ہو کر کسی قیصر کے حق میں دستبردار نہیں ہو جاتا، بلکہ خلافت کے نام سے اپنی ایک عالمگیر سیاسی حاکمیت خود قائم کرنا چاہتا ہے۔ وہ ہندومت کی طرح اپنے وابستگانِ دامن کو کسی دوسری معاشیات سے رشتہ جوڑنے کے لئے آزاد نہیں چھوڑتا۔ بلکہ خود اپنا ایک نظامِ معیشت اُن پر نافذ کرتا ہے جس کے اندر سود خواری و ربا کی مطلق کوئی گنجائش نہیں۔ وہ یہودیت کی طرح صرف ایک ہی قوم (نسل) کے فلاح و بہبود کی فکر نہیں رکھتا بلکہ عالمگیر ہے اور اپنی بین الاقوامیت پر اسے اصرار ہے۔ وہ بدھ مت کی طرح اپنی فوجی قوت کے استعمال سے منع بھی نہیں کرتا بلکہ اجازت دیتا ہے۔ اور فوجی نظم و نظام اور اس کے استعمال کے اصول و قوانین عطا کرتا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ صرف "نظامِ عقیدہ و عبادات" ہی نہیں ہے۔ بلکہ نظامِ سیاسی بھی ہے نظامِ معاشی بھی، نظامِ مالی بھی ہے اور نظامِ عسکری بھی۔ پس معلوم ہوا کہ اسلام انگریزی لفظ "ریلیجن" کے مفہوم میں صرف "مذہب" نہیں ہے۔ جیسا کہ عام طور پر اس لفظ کا مفہوم سمجھا جاتا ہے، بلکہ وہ اس سے زیادہ وسیع چیز ہے۔

اچھا تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ "اسلام ایک قانون ہے؟" — یہاں قانون کے معنے ہیں "ضابطۂ اعمال"؟

جی ہاں اسلام ایک ضابطۂ حیات ہے۔ باین مفہوم کہ وہ زندگی کے لئے، زندگی کے تمام مراحل و منازل اور تمام احوال و اشکال کے لئے، قواعد و ضوابط کا ایک مجموعہ عطا کرتا ہے۔ لیکن وہ اسی حد پر ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ ضابطۂ حیات کے ساتھ ساتھ

ایک فلسفۂ حیات بھی عطا کرتا ہے۔ ایک خصوصی طرزِ فکر کا مبلّغ بھی ہے۔ مزید براں اپنے فلسفے، اپنے قانون، اپنی منطق اور اپنی نفسیات کو روبہ عمل لانے کے لئے اپنی مادّی اور اخلاقی اقدار کی تخلیق بھی کرتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اسلام صرف ایک قانون ہے۔

اچھا تو کیا "اسلام کوئی فلسفہ ہے؟" فلسفے کے معنے یہ ہیں کہ "ماہیتِ حق (ULTIMHIE REALITY) کی تلاش وجستجو کے لئے خصوصی طریقے اختیار کئے جائیں اور ان طریقوں سے اس وجودِ حقیقی کا تصوّر قائم کیا جائے" ــــ تو یہ واقعہ ہے کہ اسلام اس وجودِ حقیقی یا حقیقتِ آخریں تک پہنچنے کے لئے واضح اور متعین طریقے سکھاتا ہے اور اس حقیقتِ آخریں کے متعلق اپنا ایک جامع تصور بھی رکھتا ہے۔ تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسلام فقط ایک فلسفہ ہے۔ اسلام نے ایک ثقافت (کلچر) اور ایک تہذیب (سویلیزیشن) کی بھی تخلیق کی ہے جس کی بنیاد اس کے اپنے مخصوص فلسفے پر ہے۔ مگر اسلام کے ان مادّی مظاہر کو اس کے فکری نظریات وتصوّرات سے یا اس کے روحانی تجربات وعمل سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

اچھا اگر اسلام کوئی ایسا ہی جامع نظریہ ہے جو مذہب پر بھی حاوی ہے اور قانون پر بھی اور فلسفے پر بھی، تو کیا ہم اس کے لئے جرمن زبان کی اصطلاح استعمال کر سکتے ہیں جو اپنی وسعتِ مفہوم اور ہمہ گیری کی وجہ سے اب دوسری زبانوں میں بھی جوں کی توں استعمال ہونے لگی ہے، یعنی کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام "ویلٹانشاؤنگ" (WELT'ANSCHA'UUNG) ہے؟ اس جرمن اصطلاح کے لفظی معنے ہیں "عالمی نظریہ" اور اصطلاحی طور پر یہ لفظ حاوی ہے مذہبی نظریئے پر بھی، سیاسی نظریئے پر بھی، معاشی نظریئے پر بھی، اور اس نظریئے پر بھی جو آرٹ سے متعلق ہو ــــ تو عرض یہ ہے کہ نہیں، اسلام اس غیر معمولی تصوّر سے بھی زیادہ عظیم الشان ہے۔ اسلام کا نقطۂ نظر صرف "حیاتِ دُنیوی" ہی سے تعلق نہیں رکھتا "حیاتِ اُخروی" سے بھی تعلق رکھتا ہے بلکہ حیاتِ اُخروی پر تو اور بھی زیادہ زور دیتا ہے۔ اسلام کا نظریۂ ممات اس کے نظریۂ حیات سے کم محکم نہیں ہے "ویلٹانشاؤنگ" کے دائرہ میں ممات کے صرف وہی تصورات داخل ہیں جو دُنیاوی نقطۂ نظر پر اثر انداز ہوتے ہوں، یعنی اس کا کوئی تعلق اُن مسائل سے نہیں ہے جو عقبیٰ کے ہیں لہٰذا جن کی دنیاوی اعتبار سے کوئی اہمیّت نہیں۔ اسی لئے ویلٹانشاؤنگ کا انطباق دنیاوی نظریات پر ہوتا ہے۔ جیسے کمیونزم، فاشسزم، نازی ازم اور کیپٹلزم۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سب کے سب مادّی زندگی تک محدود ہیں۔ ان کو دلچسپی اگر صفاتِ الٰہیہ سے یا عالمِ ملائکہ سے یا مسائلِ جنّت وجہنّم سے کچھ ہے بھی تو صرف اس لئے ہے کہ ان تصوّرات کا دنیاوی زندگی پر کچھ اثر پڑتا ہے۔ لیکن اسلام کی نظر میں موت ایک منزل ہے انسانیت کے ارتقاء کی۔ اسلامی نظریات میں شہادت (کسی نصب العین کی خاطر قربان ہو جانا) اور صوفیانہ روحانی مشاہدۂ حق (MYSTIC REALIZATION OF GOD) نہ صرف یہ کہ بجائے خود مقصود ہیں بلکہ حیاتِ فانی کے معاملات وامور سے زیادہ عظیم واہم ہیں۔ اس کے علاوہ اگرچہ ویلٹانشاؤنگ نظریاتِ عالمی پر حاوی ہے مگر یہ تو مشکوک ہی ہے کہ وہ ان نظریات کو روبہ عمل لانے کے لئے کسی واقعی نظم ونظام کے نصب وقیام سے بھی تعلق رکھتا ہے اور ان مسائل پر
ادی ہے کیونکہ ویلٹانشاؤنگ [illegible]

کچھ الگ کرلیا جائے۔ اس لئے کہ تنظیم اور اس تنظیم کا عمل دخل اور اس کے ٹھوس نتائج و اثرات، ویلٹانشاؤنگ کے احاطے میں بالکل نہیں آتے۔ مگر اسلام اس کے برخلاف اپنے ادارات پر بھی اسی طرح حاوی ہے جس طرح اس ذہنی و فکری اور اخلاقی و روحانی نقطۂ نگاہ پر حاوی ہے جو ان ادارات کی تہ میں کارفرما ہوتا ہے لہٰذا یہ کہنا ہرگز درست نہ ہوگا کہ اسلام بس ایک ویلٹانشاؤنگ ہے۔ اسلام اس سے زیادہ وسیع چیز ہے۔

اچھا اگر اسلام حاوی ہے اپنے تمام اصولوں پر بھی اور تمام ادارات پر بھی، تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام ایک نظامِ معیشت اور نظام الاقتصاد ہے؟ — یہاں نظامِ معیشت کے معنے ہیں "اصول و اعمال کا ایک ایسا نظامِ اجتماعی جو کسی منظم انسانی معاشرے کے اندر پیداوار و اشیائے ضرورت کے صَرف کو اپنے کنٹرول میں رکھتا ہو"۔ — تو یقیناً اسلام ان معنوں میں ایک نظامِ معیشت ہے کیونکہ وہ ان تمام اقدار و اصول کو جن پر کسی نظامِ معیشت کی اساس اور اس کے عمل کی بنیاد ہوتی ہے۔ مجرّد و مادّی، ایجابی اور سلبی تمام صورتوں میں اپنے کنٹرول کے اندر رکھتا ہے۔ پھر بھی اسلام اگرچہ نظامِ معیشت ہے، مگر صرف نظامِ معیشت نہیں ہے، وہ نظامِ عقیدہ و عبادت بھی ہے اور تنظیمِ مملکت کا ایک ایسا نظریۂ سیاسی بھی ہو سکتا ہے جو صرف معاشی و اقتصادی مفادات ہی تک محدود نہ ہوں۔ کیونکہ اسلام کے یہ تمام مختلف پہلو باہم بستہ و پیوستہ ہیں اور ایک دوسرے کے لئے موجبِ تقویت، لہٰذا یہ کہنے سے اصل حقیقت و صداقت کبھی واضح نہ ہوگی کہ اسلام ایک نظامِ معیشت ہے، نظام الاقتصاد ہے۔

تو پھر یوں کہیں کہ "اسلام ایک ثقافت و تمدّن ہے" اس سے تو مقصد واضح ہو جائے گا؟ ثقافت و تمدّن کے معنے یہاں ہیں "ذہنی و فکری شائستگی اور لطافت و نزاکتِ ذوق کے ساتھ معاشرۂ انسانی کی ایک خاص طرز اور خاص ڈھنگ پر توسیع و ارتقاء" — یقیناً کوئی شبہ نہیں کہ اس مفہوم میں اسلام واقعۃً ایک ثقافت ہے، تمدّن ہے، کیونکہ وہ انسانی معاشرے کو جس طرح منظم کرتا ہے اصول فرق و تمیز اور تقسیمِ عمل کا، ارتقا اور ذہنی نظم و ترتیب و توسیع کا ایک ایسا انوکھا اور خصوصی قالب رکھتا ہے جو انسان کو ترقی کی طرف لے جانے والا ہی صرف نہیں ہے بلکہ ترقی پر اکسانے ابھارنے والا بھی ہے۔ مگر اس کی حدود اس قسم کے ذہنی و فکری ارتقا ہی تک محدود نہیں ہیں وہ تو انسانی معاشرے کے اخلاقی اور مادّی عوامل پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ حیات بعد الممات کا اور انسان و خدا کے باہمی ربط کا جو تصوّر اسلام رکھتا ہے وہ ایسی چیز ہے جو تمدّن و ثقافت کے دائرے سے ماورا ہے۔ لہٰذا اسلام تمدّن و ثقافت سے بھی کہیں زیادہ بلند شے ہے۔

اچھا تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ "اسلام ایک تہذیب ہے؟" تہذیب کے معنے ہیں یہاں "وہ طرزِ خصوصی جو معاشرۂ انسانی کے منظم ارتقاء کا اور مادی مظاہر کی صورت میں اس کی ترقیوں کا ہوتا ہے" — جی ہاں اسی مفہوم میں اسلام ایک تہذیب

کیونکہ اسلام کی اساس پر جو معاشرۂ انسانی تشکیل پاتا ہے وہ اپنے داخلی نشو و نما اور خارجی نظم و انتظام کا ایک واضح اور باقاعدہ نمونہ ہوتا ہے۔ اور اس معاشرے کے مادّی کارنامے مثلاً فن تعمیر، نظام خانوادہ، مذہبی یا دنیوی مناسک و رسوم اپنے اندر نمایاں خصوصیات رکھتے ہیں، لیکن اس کے باوجود اسلام تہذیب سے بھی زیادہ ہی کچھ ہے، کیونکہ اسلام کو معاشرہ و اجتماع سے بھی زیادہ افراد کی فکر رہتی ہے اور اسلام کی تعلیمات کائنات کے اُن پہلوؤں پر بھی حاوی ہیں جن کو انسانی معاشرے کے مسائل اپنے دائرے میں نہیں لیتے۔ حیات بعد الموت کا اسلامی نظریہ بعض اعتبارات سے معاشرۂ انسانی بلکہ خود انسانیت سے بھی آزاد اور الگ ایک چیز ہے۔ پھر اسلامی تعلیمات مخلوقات کی ان صورتوں پر بھی حاوی ہیں جن کو جن اور فرشتے کہتے ہیں۔ لہٰذا اسلام کا مفہوم نظریۂ تہذیب کی پہنائیوں سے وسیع تر ہے۔

تو پھر ہم یہ کہیں کہ "اسلام ایک نظام سیاستِ مدن ہے"۔ — نظام سیاست مدن (POLITY) کے معنے یہاں یہ ہیں کہ "وہ تمام شعوری اور غیر شعوری، انسانی اور مادّی قوتیں اور ان کا عمل دخل اور کارفرمائیاں، جو کسی معیّن متجانس و مربوط خطّے میں آباد معیّن و ممیّز گروہ انسانی کو، جو ایک طرح کی امداد باہمی اور تعاون کے انداز پر بسر کرتا ہو، ایک دوسرے سے مربوط کرے اور مربوط رکھے"۔ — تو اس مفہوم میں اسلام یقیناً سیاست مدن کا ایک نظام ہے، کیونکہ وہ اپنے ماننے والوں کو ایک گروہ کی صورت عطا کر کے باہم مربوط کر دیتا ہے، ممکن ہوتا ہے تو ان کو کسی ایک ہی مربوط و متجانس خطّے میں آباد بھی کرتا ہے اور ان کے اندر امداد باہمی اور تعاون کی رُوح بھی پھونکتا ہے، لیکن اسی پر بس نہیں کرتا، وہ سیاست مُدن کے نظام سے بھی زیادہ کچھ ہے۔ اس کی فکر صرف اسی حد تک نہیں رہتی کہ افراد کے مجموعے کو کسی خاص گروہ یا جماعت کی صورت میں ڈھال کر اس جماعت کو چلاتا رہے۔ وہ بین الاقوامی تعلّقات کی ایسی تنظیم چاہتا ہے کہ جن جماعتوں اور اقوام و ملل کے افراد اس کے اپنے نظام سیاست سے باہر ہوں ان کے لئے بھی سود مند ثابت ہو۔ وہ ساری انسانیت اور تمام بنی نوع انسان کی حریّت و نجات کا یکساں علمبردار ہے۔ علاوہ بریں اسلام کا یہ پہلو (جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا) ایسے تشخصات سے وابستہ ہے جو ماورائے حدود انسانی ہیں، اور ظاہر ہے کہ نظام سیاست کا نظریہ ان پہلوؤں پر حاوی نہیں ہو سکتا۔ انسان و خدا کا وہ باہمی ربط جو قومی و جماعتی قوتوں سے اور ان کے عمل دخل سے آزاد ہو اور مادی طور پر اس کی زندگی پر اثر انداز ہو، نظام سیاست کے دائرۂ عمل سے باہر ہے، ماوراء ہے لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسلام فقط ایک نظام سیاست ہے۔

اچھا تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ "اسلام ایک مملکت (STATE) ہے" یہاں اسٹیٹ کا مفہوم ہے "سیاسی، انتظامی، عدالتی اور قانونی سازاداروں کو بر سر عمل لانا اور قائم رکھنا، جن کے ذریعے کسی واضح اور متعیّن خطّے یا خطوں میں بسنے والا ایک آزاد گروہ انسانی اپنے وجود معاشری و اجتماعی کو قائم رکھتا ہے اور اسے ترقی دیتا ہے" — جی ہاں اس حقیقت کے اعتراف میں مطلق کوئی پس و پیش نہ ہونا چاہئے کہ اسلام ان معنوں میں ایک مملکت ہے، اسٹیٹ ہے۔ لیکن اس قسم کی مملکت یا مملکتوں کی تخلیق اور ان کا ادارہ و تحفظ اسلام کا صرف ایک پہلو ہے۔ بحیثیت نظام عقیدہ و عبادت، بحیثیت تمدّن و ثقافت، بحیثیت تہذیب، حتیٰ کہ بحیثیت نظام

معیشت (خواہ کتنی ہی منتشر و پراگندہ صورت میں کیوں نہ ہو) اسلام آج بھی زندہ ہے۔ حالانکہ گزشتہ ربع صدی سے اسلام کی مملکتِ خلافت کا وجود ختم ہو چکا ہے۔ یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عالمی مملکتِ اسلام چونکہ ختم ہو گئی، اس لئے اسلام بھی ختم ہو گیا۔ اس کے علاوہ یہ تاریخ کا کوئی پہلا سانحہ نہیں ہے کہ اسلام کو اپنی مملکت کے بغیر بھی رہنا پڑا ہو۔ اسلام ارتقائی قوت بھی ہے اور انقلابی قوت بھی۔ اس لئے دیر صرف عالمی صورتِ احوال کی اجازت کی ہے۔ وہ پھر صاحبِ مملکت ہو جائے گا۔ کیونکہ عالمی حالات جب اس کی مملکت کو ختم کر دیتے ہیں تو وہ از سرِ نو اس کے نصب و قیام کے لئے مصروفِ عمل ہو جاتا ہے۔ بہرکیف یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسلام صرف مملکت ہے۔

تو پھر شاید یہ صحیح ہو اگر ہم یوں کہیں کہ "اسلام ایک نسل (RACE) ہے" یقیناً اسلام نے ایک نسل پیدا کی ہے اور اس کا کفیل بھی ہے۔ "ایک مختون نسل، گوشت خوار نسل، جنگجو نسل، جو کبھی راضی خوشی اپنی لڑکیاں اپنے دائرے سے باہر نہیں بیاہتی"۔۔۔ لیکن نسل کا جو مفہوم رائج ہے اس معنے میں اسلام نسل ہرگز نہیں ہے، کیونکہ وہ قبولِ دین کے ذریعے دوسری نسلوں کے افراد کو اپنی قرابتِ نسل کے دائرے میں برابر ہی داخل کرتا رہتا ہے۔ اسلام کا خدا نسلی خدا نہیں۔ بلکہ ربُ العالمین ہے۔ لہٰذا اگرچہ اسلام ایک نسل کی تمام ایجابی و اثباتی صفات کا حامل ہے لیکن نسلیت کی سلبی اور منفی حد بندیوں کے روگ سے قطعاً محفوظ ہے۔ اور یہیں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ نسلیت سے بلند ہے۔

اچھا اسلام کا تعلق اگر خون کے رشتے سے نہیں تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا تعلق ذہن و فکر سے ہے؟ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ "اسلام ایک تصوّرِ حیات ہے"۔۔۔ تصوّرِ حیات (آئیڈیالوجی)، کی دوسری مثالیں اور نمونے ہیں کیمونزم، کیپٹلزم، فاشزم اور نازی ازم؟ نہیں، اسلام کوئی آئیڈیالوجی بھی نہیں ہے، کیونکہ اسلام فقط ذہنی و فکری صداقتوں ہی کی حد تک محدود نہیں ہے۔ وہ ایک مادّی حقیقت کے نظریہ کا علمبردار ہے، اور مادّی احوال و کوائف کو سبکدستی و تدبیر کے ساتھ اپناتے اور سلیقہ مندی کے ساتھ استعمال کرنے پر اکساتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ کمیونزم، کیپٹلزم اور اس قسم کے دوسرے تصوّراتِ حیات بھی صرف ذہنی و فکری صداقتوں ہی کی حدود تک محدود نہیں ہیں، ان کے بیشتر کارناموں کا انحصار مادّی ہی دنیا پر ہے، لیکن یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ ان کی بنیادیں عقلی تجارب و عمل پر مبنی ہیں اور اسلام کے اساسی اقدار کا منبع و ماخذ وحیٔ الٰہی ہے۔ لہٰذا یہ ساری آئیڈیالوجیاں موضوعی اور داخلی (SUBJECTIVE) ہیں کہ ان تصوّرات کی قوّتِ محرکہ اور پھر وہ تسکین جو ان تصوّرات سے حاصل ہوتی ہے، دونوں کا انحصار اُس نقطۂ نظر پہ ہے جو حقیقت (REALITY) کے بارے میں اختیار کیا گیا ہے اور جس کی بناء پر نیچر کو ایسا انفعالی (PASSIVE) اور وفادار عنصر سمجھا جاتا ہے، جس کو انسانی اغراض و محرکات کے مطابق برتا جاتا ہے، مگر دوسری طرف اسلام کا نقطۂ نظر حقائق کے بارے میں واقعیت پسندانہ اور معروضی (OBJECTIVE) ہے۔ یعنی اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ بنیادی طور پر نیچر فقط ایک میکانکی کارگزار ہے منشائے الٰہی کا، جسے انسانیت کے ہاتھوں مطابقت

موافقت کے ساتھ روبہ تعمیل ہونا ہے۔ اس نقطۂ نظر کا تقاضا یہ ہے کہ نیچر پر مستولی ہونے کی بجائے اس کی مناسب تعمیل کرنی چاہئے۔ الغرض مادّی احوال کو سلیقہ مندی کے ساتھ برتنے اور استعمال کرنے کا یہ اسلامی طریقہ معقولی و استدلالی نہیں بلکہ اخلاقی ہے۔ اس طریقۂ عمل کی بنیاد جس قدر وحی و تنزیل سے ماخوذ ہے اسی قدر خود نیچر کے اصولوں پر مبنی ہے یعنی عقلی جوڑ توڑ اور اس کے اغراض و محرکات کی سطحی ترنگوں پر مبنی نہیں ہے۔ لہٰذا اسلام محض ایک آئیڈیالوجی نہیں۔ اگرچہ یہ واقعہ ہے کہ وہ خود اپنی ایک آئیڈیالوجی رکھتا ہے۔

تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ "اسلام ایک سائنس ہے" یہاں سائنس کے معنے ہیں ـــــ "وہ باقاعدہ تجربی علم جو اشیائے فطرت کے کسی واضح کردہ حلقے اور شعبے کی نسبت حاصل ہو" ہر سائنس اپنے مطالعہ و مشاہدہ کے طریقے خصوصی قسم کے رکھتا ہے ظاہر ہے کہ اس مفہوم میں اسلام ایک سائنس ہے۔ کیونکہ اشیائے فطرت کے متعلق باقاعدہ تجربی علم پیش کرتا ہے، اور اس علم کے حاصل کرنے کے طریقے بھی اس کے خاص ہیں۔ لیکن واضح کردہ اشیائے فطرت کے کسی ایک حلقے یا شعبے میں وہ اپنے آپ کو محدود نہیں کرتا، بلکہ اس کا علم اشیائے فطرت کے تقریباً تمام ہی حلقوں اور شعبوں پر حاوی ہے۔ لہٰذا اگرچہ اسلام تقریباً تمام سائنسوں کے مضامین کے بارے میں اپنی قطعی رائے رکھتا ہے تاہم یہ کہنا غلط ہوگا کہ اسلام فقط ایک سائنس ہے۔ اسلام کو صرف علم ہی سے دلچسپی نہیں ہے اس کو علم کے انطباق سے بھی اتنی ہی دلچسپی ہے۔ مزید براں تجربی علم کے علاوہ اسلام علمِ ماورائی اور علمِ تنزیلی کا بھی حامل ہے لہٰذا سائنس ہونے کے باوجود اسلام سائنس سے زیادہ وسیع چیز ہے۔

اچھا تو پھر غالباً یہ کہا جا سکتا ہے کہ "اسلام ایک آرٹ ہے" آرٹ کے معنے ہیں "انسانی مساعی کے کسی خاص دائرے کے اندر منطبق کردہ مشق و مہارت کے واضح اصول عامہ" ظاہر ہے کہ اس مفہوم میں اسلام یقیناً ایک آرٹ ہے۔ کیونکہ انسانی مساعی کی بہت سی جولانگاہوں میں عملی افادیت کے ہمہ گیر اصول و قواعد اس نے مرتب کئے ہیں، جیسے فنِ تعمیر، خطاطی اور خوشنویسی، ماہیتِ حق کا صوفیانہ تجربہ و علم، خطابت، تعلیم اور طبّاخی، لیکن اس کے باوجود اسلام آرٹ سے بھی بڑھ کر ایک چیز ہے۔ کیونکہ یہ منطبق کردہ مشق و مہارت کے اصولوں کے علاوہ فلسفہ جیسے نظریاتی و فکری موضوعات سے بھی بحث کرتا ہے اور پھر انسانی مساعی کے ساتھ ساتھ وہ اس امر سے بھی چشم پوشی نہیں کرتا کہ کائنات کے اندر مداخلتِ خداوندی بھی ہوتی رہتی ہے۔

المختصر ان ساری تحقیقات کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام ایک عظیم الشان کلیت اور مجموعیت کا نام ہے۔ انگریزی زبان میں بلکہ دنیا کی کسی دوسری زبان میں، بجز عبرانی کے، ایسا کوئی تصور سرے سے پایا ہی نہیں جاتا کہ اس کی وضاحت و اظہار کے لئے کوئی لفظ یا فقرہ ان کے یہاں دستیاب ہو۔ اسلام نہ مذہب (ریلیجن) ہے، نہ قانون، نہ فلسفہ ہے، نہ ویلٹا نشاؤنگ،

نظامِ معیشت ہے نہ ثقافت، نہ تہذیب ہے نہ نظامِ سیاست، نہ ملکت ہے نہ نسل، نہ آئیڈیالوجی ہے نہ سائنس، اور نہ آرٹ۔ کیونکہ ان میں سے کوئی ایک اصطلاح بھی، نہ تو علیحدہ علیحدہ اسلام کی تعبیر و ترجمانی کا حق ادا کرتی ہے نہ بحیثیت مجموعی سب مل جل کر اس کا مفہوم پورا کرتی ہیں۔ لیکن اسلام خود ان تمام چیزوں پر پوری طرح حاوی ہے اور ان سب کے ساتھ ان دوسرے مفہوم و مطالب کا بھی جامع ہے جو ان میں سے کسی ایک کے اندر بھی شامل نہیں ہیں۔ لہذا اسلام کی تعریف و توضیح کے لئے واحد عملی صورت اس کا بدل مہیا کرنے کی خاطر صرف یہی ہوسکتی ہے کہ ہم انگریزی میں عربی سے ایک لفظ مستعار لیں، اور ویسے بھی عربی ہی وہ زبان ہے جس کو اسلام نے اپنے پیغام کا واسطہ بنانے کے لئے اوّلاً منتخب کیا ہے۔ پھر اس لفظ کی انگریزی زبان میں حتی الامکان پوری پوری تشریح کریں۔

اسلام زندگی سے بھی زیادہ عظیم اور ٹھوس ہے بلکہ خود کائنات سے بھی زیادہ، کیونکہ اس کے اندر ذات واجب الوجود کا صرف پیغام ہی نہیں، اس کی کچھ عظمت بھی شامل ہے۔ اسلام ایک مجموعہ ہے، جامع الکلم ہے، کل (TOTALITY) ہے۔ جو اپنے حقیقی مفہوم و معنے میں، عقلیت پرستانہ استدلال کو اور اس کے خصوصی تجزیہ وتحلیل کی تقسیموں کو مطلقاً برداشت نہیں کرتا۔ اور جس کی تشریح پیش کرنے میں غیر سامی زبانوں کی تمام تر رمزیت و اشاریت یکسر ناکام ثابت ہوئی ہے۔

لہذا ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ "اسلام ایک دین ہے" ــــ یعنی عالمگیر اور ابدی ہدایت ربّانی ہے، تمام مخلوقات کے لئے، تمام تر پہلوؤں اور صورتوں پر حاوی ہے، وجود کی بھی، ارتقاء کی بھی، عمل پذیری کی بھی اور پھر اختتام یا قضائے الٰہی کی بھی، اور اس ہدایت ربّانی میں ڈوب کر ہی انسانی و غیر انسانی تشخصات کا حصول ممکن ہے۔ (ترجمہ)

حکمتِ رومی

مصنفہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب
قیمت تین روپے

ریاض السنہ

مصنفہ مولانا محمد جعفر شاہ صاحب پھلواری
قیمت آٹھ روپے

اسلام کی بنیادی حقیقتیں

مصنفہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم صاحب
قیمت دو روپے آٹھ آنے

دینِ فطرت

مصنفہ محمد مظہر الدین صاحب صدیقی!!
قیمت ایک روپیہ ۸ر

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ ۲۔ کلب روڈ۔ لاہور